علامہ شبلی نعمانی کی سیرت نگاری

محمد انس حسان☆

Serah-writing of 'Allâma Shible Nomâne

'Allâma Shible Nomâne (June 3, 1857-November 18, 1914, Azamgarh) was a respected scholar of Islam from Indian subcontinent during British colonial period. He was bom at Bindwal in Azamgarh district of present-day Uttar Pradesh. He is known for the founding the Shibli National College in 1883 and the Dârul Mussanifen in Azamgarh. Shible was a versatile scholar in Arabic, Persian, Hindi, Turkish and Urdu. He was also a poet. He collected a large amount of material on the life of Prophet Muhammad, but could write only first two volumes of the planned work the Serat-un-Nabe. His disciple, Sayyid Sulayman Nadve, made use of this material and added his own and wrote remaining five volumes of the work, the Serat-un-Nab? after the death of his mentor. This paper presents an impartial analysis of Shible's thought, approach and methodology in S?rah-writing.

مولانا شبلی، جن کا پورا نام محمد شبلی تھا، مئی ۱۸۵۷ء میں شہر اعظم گڑھ کے نواحی گاؤں بندول کے ایک متمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔(۱) نعمانی کی نسبت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کی جانب ہے، اس طرح مکمل نام محمد شبلی نعمانی ہوا۔ ان کے والد ماجد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا جو اعظم گڑھ کے کامیاب وکیل تھے۔ شبلی کی تعلیم چھ برس کی عمر میں شروع ہوئی اور اگرچہ ایک لحاظ سے اخذِ علوم کا سلسلہ تمام عمر جاری رہا، لیکن

☆ تحقیق کار: ایم۔ فل شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

۱۸۷۶ء میں جب وہ حج کی غرض سے روانہ ہوئے، ان کی رسمی تعلیم کا خاتمہ ہوگیا۔(۲)

شبلی نے اپنے دور کے مایہ ناز علمادین سے معقولات ومنقولات کا علم حاصل کیا۔ان کے اساتذہ میں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی، مولانا ارشاد حسین مجددی خیرآبادی، مولانا فیض الحسن سہارن پوری، جیسے جید علما شامل ہیں۔شبلی میں شروع سے شاعرانہ اور ادبیانہ ذوق تھا، ان کی اس فطرتی صلاحیت کو ان کے استاد مولانا محمد فاروق چریاکوٹی نے جلا بخشی۔بعدازاں وکالت کا امتحان پاس کیا اور کچھ عرصے وکالت بھی کی، تاہم زیادہ عرصے یہ شغل جاری نہ رکھ سکے۔شبلی نے اپنی رسمی تعلیم کے بعد روزگار کے حوالے سے کافی عرصے انتہائی مشکلات میں گزارا۔۱۸۸۳ میں وہ علی گڑھ کالج میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔سرسید احمد خان ان کے کمالاتِ علمیہ کے معترف تھے اور شبلی بھی ان کے انتہائی معتقد تھے۔مگر کچھ امور میں اختلاف کے باعث شبلی نے ۱۸۹۸ء میں کالج سے استعفیٰ دے دیا۔اس کے بعد کافی عرصے ندوۃ العلماء (لکھنو) سے تعلق رہا، یہاں آپ نے اہل علم کی ایک جماعت پیدا کی، جس نے تحقیق وتصنیف میں اپنا نمایاں کردار ادا کیا۔

اس تمام عرصے میں آپ نے تصنیفی سلسلہ بھی جاری رکھا۔اور دو درجن کے قریب انتہائی محققانہ اور عالمانہ کتب تصنیف کیں۔جن کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔رسالہ گذشتہ تعلیم	۲۔کتب خانہ اسکندریہ
۳۔المامون	۴۔رسائل شبلی
۵۔سیرت النعمان	۶۔الفاروق
۷۔الغزالی	۸۔سفرنامہ روم ومصروشام
۹۔علم الکلام اورالکلام	۱۰۔سوانح مولانا روم
۱۱۔موازنہ انیس ودبیر	۱۲۔شعرالعجم
۱۳۔مقالات شبلی	۱۴۔مکاتیب شبلی
۱۵۔مضامین عالمگیر	۱۶۔مجموعہ کلام اردو
۱۷۔اسکات المعتدی	۱۸۔تاریخ بدأالاسلام
۱۹۔الجزیہ	۲۰۔الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی
۲۱۔انٹرنس کورس فارسی	۲۲۔سیرۃ النبی

سب سے آخری اور اہم تصنیف سیرۃ نبوی زیر تالیف نظر تھی، کچھ اجزا تیار ہو چکے تھے، کچھ باقی تھے

کہ پندرہ روز کی علالت کے بعد ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء/ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو صبح کے وقت وفات پائی۔(۳)

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات سے شبلی کو شعوری اور فطری محبت تھی۔علی گڑھ میں قیام کے دوران ''بداء الاسلام'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، جو سیرت نگاری میں شبلی کی پہلی کوشش تھی۔سیرت نگاری کا سلسلہ جاری رہا اور قیام حیدر آباد کے دوران انہوں نے سیرت نبوی پر باقاعدہ کتاب لکھنا شروع کی، مگر اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا پائے۔شبلی کے اس غیر مطبوعہ مسودہ سیرت کے حوالے سے شیخ عطاء اللہ لکھتے ہیں:

> دوران قیام حیدر آباد میں مولانا نے سیرۃ لکھنا شروع کی اور تین ہجری تک کے واقعات قلم بند بھی کر لئے۔لیکن اس کا تذکرہ کبھی کسی سے نہیں کیا۔ارباب نظر کا کہنا ہے کہ یہ مسودہ جواب بھی دارالمصنفین میں موجود ہے، مولانا کے معیار پر پورا نہیں اترا اور ادھورا چھوڑ دیا گیا۔(۴)

مولانا کے اس غیر مطبوعہ مسودے پر کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ سیرت نبوی کے حوالے سے ان کے ابتدائی رجحانات کا پتہ چل سکے۔بہر حال شبلی کا سیرت پر قلم اٹھانے کا باعث یہ ہوا کہ ۱۹۰۵ء میں آکسفورڈ کے پروفیسر مارگولیتھ (۱۸۵۸ء۔۱۹۴۰ء) نے ''محمد ﷺ'' کے زیر عنوان ایک زہریلی کتاب لکھی، جس میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔اس کتاب نے شبلی کو اسی طرح بے چین کر دیا جس طرح سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) کو ولیم میور (۱۸۱۹ء۔۱۹۰۵ء) کی کتاب ''دی لائف آف محمد'' نے بے چین کر دیا تھا۔۱۹۰۶ء میں شبلی، مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) کی دعوت پر بڑودہ پہنچے تو انہوں نے شبلی کو اس کتاب کا جواب دینے پر ابھارا۔شبلی خود یہ چاہتے تھے کہ مستشرقین کی فریب کاریوں اور غلط بیانیوں کا جواب دیں لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لیے انہیں مزید ۶ رسال کا عرصہ لگ گیا۔چناں چہ انہوں نے ۱۹۱۲ء میں سیرت نبوی پر ایک محققانہ کتاب لکھنے کا اعلان فرما دیا۔مولانا اس بات سے بھی بہ خوبی آگاہ تھے کہ اس کام کے لئے کثیر وسائل درکار ہوں گے۔چناں چہ انہوں نے قوم سے اپیل کی کہ ان کی پچاس ہزار روپے یک مشت اور دوسو روپے ماہوار کی مالی معاونت کی جائے۔شبلی کے اس اعلان پر قوم نے لبیک کہا اور ان کی مطلوب مالی معاونت کے علاوہ کتب قدیمہ وجدیدہ کے ذریعے ان کی مدد بھی کی۔ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں کہ عطیہ کا اعلان شائع ہوتے ہی مسلمانوں نے انفرادی طور پر چندے بھیجنا شروع کئے لیکن منشی محمد امین زبیری کی ترغیب پر نواب سلطان جہاں بیگم والی بھوپال نے دو برس کے لئے دوسو روپے ماہوار دینے پر آمادگی ظاہر کی، اور ان کے بیٹے

نواب زادہ حمید اللہ خان نے کتابوں کی خریداری کے لئے دو ہزار روپے الگ دیے۔ دو سال کا ابتدائی وظیفہ ختم ہونے کے بعد وظیفہ تا تکمیل سیرت نبوی بڑھا دیا گیا۔(۵)

مولانا کو مصارف کی طرف سے اطمینان نصیب ہوا اور انہوں نے لکھا:

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں بہ ہر صورت
کہ ابر فیض سلطان جہاں بیگم زر افشاں ہے
رہی تالیف و تنقید روایت ہائے تاریخی
تو اس کے واسطے حاضر مرا دل ہے مری جان ہے

مسائلِ وسائل پر قابو پانے کے بعد مولانا نے کام شروع کیا۔ ۱۶ جون ۱۹۱۲ء کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۱۳ جون ۱۹۱۲ء سے باقاعدہ کام شروع کر دیا تھا۔ ان کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ۳۱ مارچ ۱۹۱۳ء تک مسودہ ''فتح مکہ'' اور ''غزوہ حنین'' تک پہنچ چکا تھا۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں پہلی جلد کا مسودہ تیار ہو چکا تھا۔ جس کی نظر ثانی مولانا عبید اللہ سندھی (۱۸۷۲ء۔۱۹۴۴ء) نے کی۔(۶)

مولانا شبلی نے کام کے آغاز سے پہلے اپنے معاونین کی ایک جماعت تیار کی، جن سے عربی، انگریزی اور دیگر یورپی زبانوں میں لکھی جانے والی کتب سیرت کے منتخب عنوانات کے تراجم اور خلاصے تیار کروائے گئے۔ اس کام میں جن لوگوں نے وقتاً فوقتاً مولانا شبلی کی معاونت کی، ان میں سید سلیمان ندوی، عبد الماجد دریابادی اور عبد السلام ندوی نے تو باقاعدہ سٹاف کی حیثیت سے کام کیا لیکن ان کے علاوہ علامہ شبلی مولانا شیروانی، شیخ عبد القادر، مہدی افادی، جنید (اپنے بھائی)، سید نواب علی اور مولانا حمید الدین فراہی سے خط و کتابت کے ذریعے مدد لیتے رہے۔(۷)

سیرت النبی کی ابتدائی جلد مکمل ہو جانے کے بعد اس کی طباعت کی فکر لاحق ہوئی۔ اس سلسلے میں مولانا ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) اور سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء) سے مشورہ کیا تو دونوں نے ٹائپ میں چھاپنے کا مشورہ دیا۔ چناں چہ مولانا آزاد کے ''الہلال'' میں مقدمے کے ابتدائی چار صفحات شائع ہوئے تو مخالفین نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اس حوالے سے شیخ عطاء اللہ لکھتے ہیں کہ: نمونہ الہلال میں چھپا تو مخالفین نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ بیگم بھوپال کے پاس شکایتیں پہنچیں۔(۸)

تاہم مولانا نے ہمت نہیں ہاری اور کام کو مسلسل جاری رکھا۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں وہ اپنے بھائی کے انتقال پر اعظم گڑھ لوٹ آئے۔ مولانا کو بھائی کے انتقال کا بڑا صدمہ تھا۔ ان کی اپنی صحت بھی اب بالکل جواب دے رہی تھی اور انہیں سیرت النبی کا کام مکمل ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ مولانا حمید الدین

فراہی (۱۸۶۳ء۔۱۹۳۰ء) کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

سیرت پوری نہ ہوسکی اور کوئی نظر نہیں آتا کہ اس کام کو پورا کر سکے۔(۹)

مولانا کو اپنی علالت اور مرضِ وفات میں بھی سیرت کی تکمیل کی فکر تھی۔ چناں چہ انتقال سے کچھ روز قبل سیرت کے مسودے اور اس کے متعلقات کو ایک الماری میں رکھوا دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ یہ مسودے حمید الدین (فراہی) اور سید سلیمان (ندوی) کے سپرد کیے جائیں۔ ان دو کے سوا کسی اور کو ہرگز نہ دیے جائیں۔(۱۰)

جب حالت نازک ہوگئی تو انہوں نے ۱۰ نومبر ۱۹۱۴ء کو مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حمید الدین فراہی اور سید سلیمان ندوی کو فرداً فرداً تار بھجوائے کہ ان سے آ کر مل لیں۔ سید سلیمان ندوی تار کے پہنچنے سے پہلے ہی بہ غرضِ عیادت تشریف لائے تو یہ سعادت ان کے حصے میں آئی کہ وہ سیرت کی تکمیل کر کے اپنے استاد کے خواب کو شرمندہ تعبیر کریں۔ اس آخری ملاقات کو سید سلیمان ندوی کی زبانی سنئے:

میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: سیرت میری تمام عمر کی کمائی ہے۔ سب کام چھوڑ کر سیرت تیار کرو۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ضرور۔ضرور"...... زبان مبارک سے تین مرتبہ سیرت، سیرت، سیرت کہا اور پھر انگلی سے لکھنے کا اشارہ کر کے کہا: سب کام چھوڑ کے۔(۱۱)

بہ ہر حال سیرت النبی کی پہلی جلد مولانا کے انتقال کے ۴ رسال بعد یعنی ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کے باقی اجزا کی تکمیل سید سلیمان ندوی نے کی۔ چناں چہ دوسری جلد ۱۹۲۰ء تیسری جلد ۱۹۲۴ء، چوتھی جلد ۱۹۳۲ء، پانچویں جلد ۱۹۳۵ء، چھٹی جلد ۱۹۳۸ء اور ساتویں جلد بیالیس سال کے طویل وقفے کے بعد ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔

شبلی کی سیرت نگاری کی خصوصیات وامتیازات

شبلی اور ان کی کتاب "سیرۃ النبی" کے اس مختصر سے تعارف کے بعد اب ہم ان کی سیرت نگاری کی خصوصیات وامتیازات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ سیرت نگاری کے اصول

شبلی کی سیرۃ النبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے سیرت نگاری کے اصول متعین کئے ہیں۔ انہوں نے فن سیرت نگاری کو نئے سرے سے ترتیب دیا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے کتاب کے آغاز

میں ایک انتہائی جامع اور محققانہ مقدمہ دیا ہے، جس میں انہوں نے سیرت نگاری کے حوالے سے سیرت کے مواد کے روایتی ودرایتی معیار پر بڑی اہم بحث کی ہے۔ بہ قول ڈاکٹر سید عبداللہ سیرۃ النبی کا مقدمہ عالمانہ تنقید کا شاہکار ہے۔(۱۲)

مزید لکھتے ہیں کہ اس میں واقعات کی تعیین، سیرت کی تمام قدیم ادبیات کی چھان بین کے بعد درایت کے جدید اصولوں کے مطابق ہوئی ہے۔ مصنف نے قدیم اور جدید دونوں سے استفادہ کیا ہے۔(۱۳)

شبلی نے سیرت کی تالیف کے ضمن میں جن اصولوں کو مدنظر رکھا ہے ان میں سے چند اہم اصول درج ذیل ہیں۔

الف: قرآن کریم سے استدلال: شبلی نے سیرۃ النبی میں قرآن کریم سے خوب استفادہ کیا ہے اور سیرت کے ضمن میں قرآنی آیات سے جابہ جا استدلال کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ خود لکھتے ہیں کہ (میں نے) سیرت کے واقعات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے ان کو سب پر مقدم رکھا ہے۔(۱۴)

ب: احادیث صحیحہ سے استناد: شبلی کی سیرت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں محدثانہ اسلوب کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے۔ چوں کہ سیرت کے حوالے سے احادیث مبارکہ کا بڑا اہم کردار ہے، اس لئے مولانا نے احادیث مبارکہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ وہ اپنے پیش رو سیرت نگاروں کے برخلاف احادیث صحیحہ کو روایاتِ سیرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

> قرآنِ مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے اور احادیث صحیحہ کے سامنے سیرت کی روایتیں نظر انداز کردی ہیں۔ جو واقعات بخاری و مسلم میں مذکور ہیں ان کے مقابلے میں سیرت یا تاریخ کی کوئی ضرورت نہیں۔(۱۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایۂ صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں۔ اس لئے بہ صورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔(۱۶)

ج: راویان سیرت کا معیار: راویان سیرت کے حوالے سے مولانا نے خوب تحقیق وتنقید سے کام لیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر احادیث میں اختلاف ہوتو راویان عقل و ہوش کی روایات کو ترجیح حاصل ہوگی۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

بہ صورتِ اختلافِ روایات احادیث، رواۃِ اربابِ فقہ و ہوش کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔(۱۷)

شبلی نے سیرت کے مقدمے میں راویانِ سیرت کا ایک نقشہ مرتب کیا ہے، جس میں متعدد کتب اسماء الرجال سے استفادہ کرتے ہوئے راویانِ سیرت کے مختصر حالات اور روایت میں ان کے مقام و مرتبے پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے واقدی پر کڑی تنقید کی ہے۔ راقم کے نزدیک اردو سیرت نگاروں میں واقدی پر اس قدر کڑی تنقید شاید کسی اور نے نہیں کی۔

د: روایات کی عقلی و درایتی جانچ: شبلی چوں کہ علم معقولات کے خود بڑے عالم تھے۔ اس لئے ان کے اس ذوق کی چھاپ ''سیرۃ النبی'' پر بھی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک واقعاتِ سیرت کو عقلی و درایتی معیار پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کی روایات و اسناد کی تنقید لازم ہے۔(۱۸)

مزید لکھتے ہیں:

جو روایات عام وجوہ عقلی، مشاہدہ عام، اصول مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہوگی۔ لائق حجت نہ ہوگی۔(۱۹)

تاہم موضوع کی اہمیت کے اعتبار سے وہ خبر آحاد کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ خود لکھتے ہیں:

روایات آحاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائنِ حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہئے۔(۲۰)

ر: واقعات کے اسباب و علل کا ذکر: شبلی اسباب و علل کی بحث کے قائل ہیں۔ تاہم وہ یورپ کے طریق اسباب و علل کی دور از کار ابحاث کو غیر معتدل اور خود غرضی پر محمول کرتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

یورپین مورخ ہر واقعے کی علت تلاش کرتا ہے اور انتہائی دور دراز قیاسات اور احتمالات سے سلسلہ معلومات پیدا کرتا ہے۔ اس میں بہت کچھ اس کی خود غرضی اور خاص مطمح نظر کو دخل ہوتا ہے...... بہ خلاف اس کے اسلامی مورخ نہایت سچائی اور خالص بے طرف داری سے واقعات کو ڈھونڈتا ہے۔ اس کو اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ واقعات کا اثر اس کے مذہب پر معتقدات پر اور تاریخ پر کیا پڑے گا۔(۲۱)

بہ ہر حال مولانا شبلی نے ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر سیرت کی تدوین کی ہے۔

۲۔ عمدہ اسلوب بیان

شبلی کا اسلوب پختہ اور عالمانہ ہونے کے باوجود سادہ اور دل کش ہے۔ اس میں قوت، جوش، خود اعتمادی، برتری، صلابت، صمیمیت، متانت، ایجاز و اختصار، چستی، برجستگی، بے ساختگی اور شعریت پائی جاتی ہے۔ (۲۲) چوں کہ یہ شبلی کی آخری کتاب ہے اس لئے یہ شبلی کے کمالات علمیہ کی جامع اور ادبی صفات سے مالا مال ہے۔ شبلی کے اسلوبِ بیان کے حوالے سے ڈاکٹر انور محمود خالد نے لکھا ہے:

> ان کا اسلوب بیان اتنا دل کش ہے کہ تاریخ و سیر جیسے ٹھوس موضوعات کو بھی ادبی چاشنی سے لذت انگیز بنا دیتا ہے۔ الفاظ کی موزونیت، تراکیب اور جملوں کی موسیقیت نے شبلی کے اسلوب بیان میں جمالیاتی اقدار پیدا کیں، اور سیرت کے مقدس موضوع نے اس میں رفعت و عظمت کا اضافہ کیا۔ (۲۳)

شبلی کے اسلوب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

الف: ایجاز و اختصار: مولانا نے اسلوبِ بیان کو مؤثر بنانے کے لئے ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے۔ بعض اوقات ان کے اسلوب میں اطناب کا گمان گزرتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں بھی ایجاز و اختصار کا پہلو نظر آئے گا۔ مثال کے طور پر ان کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

> کارکنان قضاء و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم، جمالِ یوسف، معجز طرازی موسیٰ، جان نوازی مسیح سب اس لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں شاہنشاہِ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئے۔ (۲۴)

اس عبارت میں مولانا کا ایجاز و اختصار اپنے عروج پر ہے، جس نے اسلوب بیان کو انتہائی عمدہ بنا دیا ہے۔ یہی بات اگر مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اطناب پسند ادیب نے بیان کرنی ہوتی تو کئی صفحات درکار ہوتے۔

ب: استعارات و مجازات: مولانا شبلی اپنی نثر کو عمدہ بنانے کے لئے تشبیہات کی بہ جائے استعارات و مجازات سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

> تیروں کا مینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہوگئی تھیں، لیکن ایک پیکر مقدس پا بر جا تھا، جو تنہا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم بل کہ مجموعہ کائنات تھا۔ (۲۵)

ج: غیر ضروری جزئیات سے اجتناب: مولانا کی نثر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ غیر ضروری جزئیات حذف کر دیتے ہیں۔ لیکن اس خوبی سے کہ مقدرات و محذوفات کی جانب اشارات برقرار رہتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے نبی کریم ﷺ کے کہنے کے باوجود ''محمد رسول اللہ'' میں سے ''رسول اللہ'' کو نہیں مٹایا۔ اس پر شارحین حدیث نے بحث کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا کہنا کیوں نہیں مانا؟ اس مسئلے کو شبلی نے صرف دو جملوں میں حل کر دیا ہے:

حضرت علیؓ سے زیادہ کون فرماں گزار ہو سکتا تھا؟ لیکن عالمِ محبت میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں، جہاں فرمابری سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ (۲۶)

د: منطقیت واستدلال: مولانا کی نثر میں منطقیت اور استدلال کا وصف بھی پایا جاتا ہے۔ اسلوب ایسا عمدہ ہے کہ عقل فوراً اسے تسلیم کر لیتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

اگرچہ بارگاہ الٰہی سے فتح و نصرت کا وعدہ ہو چکا تھا۔ عناصرِ عالم آمادہ مدد تھے۔ ملائکہ کی فوجیں ہم رکاب تھیں۔ تاہم عالمِ اسباب کے لحاظ سے آپ نے اصولِ جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں۔ (۲۷)

ر: طنز ملیح کا استعمال: اسلوب بیان میں طنزیہ بیان بھی بعض اوقات قوت و تاثیر پیدا کر دیتا ہے۔ شبلی کے ہاں بھی ہمیں یہ اسلوب ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ہجرت مدینہ کی رات جب کفار نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو اس حوالے سے لکھتے ہیں:

اہلِ عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے، اس لئے باہر ٹھہرے رہے کہ آں حضرت ﷺ نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔ (۲۸)

۳۔ مؤرخانہ شعور و آگہی

شبلی کے مؤرخانہ شعور و آگہی کے حوالے سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ مولانا شبلی چوں کہ نہایت پختہ اور رچا ہوا تاریخی شعور رکھتے تھے اور تاریخ نگاری کے جدید اصول و آداب سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے تصنیف سیرت کے دوران اس ذوق سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور سیرۃ النبی کو سیرت کی قدیم کتابوں کے انداز میں لکھنے کے بہ جائے تاریخ نگاری کے نئے اصولوں کے مطابق تصنیف کیا۔ (۲۹)

شبلی نے اپنے مؤرخانہ شعور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیرت کے عام واقعات سے بڑے

گہرے اور اہم نتائج نکالے ہیں۔ چناں چہ انہوں نے اسباب وعلل کی تلاش میں مؤرخانہ دیانت داری اور غیر جانب داری کو برقرار رکھا ہے۔ تاریخ نگاری کے جدید اصولوں سے استفادہ کرنے کے حوالے سے ''قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب'' (۳۰)، ''غزوہ بدر'' (۳۱)، ''غزوات پر دوبارہ نظر'' (۳۲) کے تحت مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کی دقیقہ نظری اور تاریخی فہم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ منفرد اسلوبِ تحریر

مولانا شبلی کے اسلوب تحریر میں سلیقہ ربط اور ترتیب نے ایک خاص حسن پیدا کر دیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> مولانا شبلی کو قدرت نے تحریر وتصنیف کا ایک خاص سلیقہ ودیعت فرمایا تھا اور وہ اس خاص وصف میں اپنے تمام معاصرین کے درمیان ممتاز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام تصانیف میں عموماً اور سیرت النبی میں خصوصاً بے ربطی، انتشار اور بے ترتیبی کا شائبہ بھی نہیں گزرتا۔ سیرۃ النبی کا موازنہ اردو کی کسی بھی دوسری کتاب سیرت سے کیا جائے تو مولانا کے سلیقہ تحریر وتصنیف کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہوا نظر آئے گا۔ (۳۳)

مولانا کے اس منفرد اسلوب تحریر کے حوالے سے پہلی جلد میں ''مواخاۃ'' (۳۴) کے ذیل میں ان کا قلم اپنے عروج کو چھو رہا ہے۔

۵۔ جامعیت وعلمیت

شبلی کی سیرت نگاری میں جامعیت وعلمیت کا وصف بھی بہ خوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ شبلی کے نقادوں نے بھی سیرۃ النبی کی جامعیت کا اقرار کیا ہے۔ ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں کہ بیشتر نقادوں نے ''سیرۃ النبی'' کو اپنے موضوع پر سب سے زیادہ مکمل اور جامع تصنیف قرار دیا ہے، بل کہ بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس کا جواب دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہے۔ (۳۵)

سیرت النبی کی جامعیت پر ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> جامعیت اس کا وصف خاص ہے، جس میں اب تک کوئی اس کا مثیل نہیں ملتا۔ (۳۶)

اگرچہ ڈاکٹر سید علی شاہ سیرۃ النبی کے اس وصف کو تسلیم نہیں کرتے (۳۷) تاہم ڈاکٹر انور محمود خالد نے ان کے اعتراضات کا محاکمہ کرتے ہوئے ان تمام شکوک وشبہات کو دور کر دیا ہے، جو سیرت کی

جامعیت کے حوالے سے اٹھائے گئے ہیں۔

۶۔ حکمت اور مصالح کا ذکر

شبلی کی سیرت نگاری کا ایک خاص وصف یہ بھی ہے کہ وہ سیرت کے ذیلی واقعات سے حکمت و مصالح کا استخراج کرتے ہیں۔ چناں چہ ''مواخاۃ'' (۳۸) ''غزوات'' (۳۹) اور ''تحویل قبلہ'' (۴۰) کے ذیل میں انہوں نے انتہائی عمدہ نکات بیان کئے ہیں۔ شبلی کی سیرت نگاری کے اس وصف کے حوالے سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> سیرۃ النبی کی انفرادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مولانا شبلی نے شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے انداز پر اسلامی تاریخ اور سیرت کے بعض واقعات کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی بیان کی ہیں، سیرت کی قدیم کتابیں ان عنوانات اور مباحث سے خالی تھیں۔ (۴۱)

۷۔ مستشرقین کا محاکمہ

شبلی نے ''سیرۃ النبی'' کی تالیف کا بنیادی مقصد ہی مستشرقین کے باطل افکار کا رد قرار دیا ہے۔ اگر چہ شبلی سے قبل مولانا محمد قاسم نانوتوی (۱۸۳۲ء۔۱۸۸۰ء)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۸۱۸ء۔۱۸۹۱ء) اور سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) نے نبی کریم ﷺ کی ذات پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے باطل افکار کا رد کرنے میں اپنا نمایاں کردار ادا کیا، مگر شبلی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ قدیم و جدید کا امتزاج تھے۔ ان کی یہ خصوصیت سیرت النبی میں بھی نظر آتی ہے، ایک طرف ان کے دلائل عالمانہ طرز اسلوب لئے ہوئے ہوتے ہیں، تو دوسری طرف وہ عقل و درایت کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

چوں کہ مولانا کے دور میں سیرت النبی کے حوالے سے مستشرقین نے باقاعدہ ایک منظم سازش کے تحت اعتراضات کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، اس لئے مولانا کے دردمند دل نے محسوس کیا کہ ان کے اعتراضات کا جائزہ لیا جائے۔ چناں چہ مولانا لکھتے ہیں:

> یہ واقعات تھے جنہوں نے مجھ کو بالآخر مجبور کیا اور میں نے سیرۃ نبوی پر ایک مبسوط کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ (۴۲)

مستشرقین کے اعتراضات کے حوالے سے مولانا کی خواہش تھی کہ سیرت کی ایک مکمل جلد اس موضوع پر ہوگی مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔ نیز سید سلیمان ندوی نے بھی شاید اس کی ضرورت محسوس نہیں

کی۔اس کے باوجود مستشرقین کے حوالے سے مولانا کی تحریر کردہ سیرت میں کافی کچھ مواد آ گیا ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے لکھا ہے:

اس (سیرۃ النبی) میں مغربی سوانح نگاروں کے پھیلائے ہوئے وساوس اور مغالطوں پر نقد وجرح کر کے ان کے نام نہاد عقلی طریق کار کے پرخچے اڑائے گئے ہیں۔(۴۳)

الف: مستشرقین کے مآخذ اور اقسام: شبلی نے مستشرقین کی ۲۷ کتب کی نشان دہی کی ہے، جو تالیف کے دوران ان کے پیشِ نظر رہیں۔(۴۴)

شبلی نے مستشرقین کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔وہ مستشرقین جو عربی زبان اور اصل ماخذوں سے واقف نہیں۔ان لوگوں کا سرمایہ معلومات اوروں کی تصنیفات اور تراجم ہیں۔

۲۔وہ مستشرقین جو عربی زبان اور علم وادب اور تاریخ وفلسفہ اسلام کے بہت بڑے ماہر ہیں،لیکن مذہبی لٹریچر اور سیرت کے فن سے ناآشنا ہیں۔

۳۔وہ مستشرقین جنہوں نے خاص اسلامی اور مذہبی لٹریچر کا کافی مطالعہ کیا ہے۔لیکن باوجود عربی دانی، کثرت مطالعہ، تفحصِ کتب کے ان کا یہ حال ہے کہ:

دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں۔(۴۵)

ب: مستشرقین کے اعتراضات: دورانِ تالیفِ سیرت مولانا کے پیش نظر مستشرقین کے درج ذیل اعتراضات تھے۔

۱۔آں حضرت ﷺ کی مکی زندگی کو پیغمبرانہ اور مدنی زندگی کو بادشاہانہ قرار دیتے ہیں۔

۱۔کثرت ازواج اور میل الی النساء۔

۲۔مذہب کی اشاعت جبر اور زور سے۔

۳۔لونڈی غلام بنانے کی اجازت اور اس پر عمل۔

۴۔دنیاداروں کی سی حکمتِ عملی اور بہانہ جوئی۔(۴۶)

ج: مستشرقین کے اعتراضات کی وجوہات: مستشرقین کے ان اعتراضات کی بڑی وجہ تو ان کا مذہبی اور سیاسی تعصب ہے۔تاہم مولانا نے اس کے علاوہ بھی چند وجوہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کا تمام تر سرمایہ استناد صرف سیرت وتاریخ کی کتابیں ہیں۔

۲۔دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ یورپ کے اصول تنقیح شہادت اور ہمارے اصولِ تنقیح میں سخت اختلاف ہے۔(۴۷)

شبلی نے سیرۃ النبی کے حوالہ سے مستشرقین کی شکایات واعتراضات کا محاکمہ کیا ہے۔ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> سیرۃ النبی کو دوسری کتب سیرت کے درمیان اس پہلو سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ اس میں سیرت نبوی کے متعلق مستشرقین یورپ کے اعتراضات واشکالات کے جواب دیے گئے اور نوجوان ذہنوں کی تسکین وتشفی کے سامان خاص طور پر بہم پہنچائے گئے ہیں۔(۴۸)

۸۔ عالمانہ طرزِ تخاطب

شبلی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت ان کا عالمانہ طرزِ تخاطب بھی ہے۔اس حوالہ سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ سیرت النبی کی ایک خصوصیت جو اس کتاب کے قاری کو متاثر کرتی ہے، وہ عالمانہ طرزِ تخاطب ہے۔عالمانہ طرزِ تخاطب سے مراد یہ ہے کہ مولانا شبلی نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک حوالوں سے مزین رکھا ہے۔قرآن پاک کے علاوہ تفسیر،حدیث،اصولِ حدیث،اسماء الرجال،تاریخ ،سیرت اور مغازی کی اہم اور مشہور کتابوں کے حوالے اس کتاب میں جابجا ملیں گے۔(۴۹)

مولانا کا عالمانہ طرزِ تخاطب پوری کتاب پر چھایا ہوا ہے۔

۹۔الوہیت اور بشریت کا امتیاز

شبلی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے نبی کریم کی توصیف وتعریف کے باوجود انہیں الوہیت کے درجے میں نہیں پہنچایا۔انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ان کی جامعیت کبریٰ کے باوجود انسان اور بشر ہی تصور کیا ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ شبلی سیرت نگاری میں اپنے پیش روؤں سے اس لحاظ سے بھی مختلف ہیں کہ پچھلے سیرت نگاروں کے برعکس جو نبوت اور الوہیت کو باہم خلط ملط کر دیتے ہیں۔انہوں نے آں حضرت ﷺ کو ان کی جامعیت کبریٰ کے باوجود انسان اور بشر ہی تصور کیا ہے اور اسی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے(۵۰)

شبلی کی سیرت نگاری کے نقائص وخامیاں

شبلی کی سیرت نگاری کی ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ بعض ایسے نقائص اور خامیاں بھی اس میں

پائی جاتی ہیں جن پر ان کے ناقدین نے خوب نقد کیا ہے۔ذیل میں ہم اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ا۔اپنے اصولوں سے بے اعتنائی: شبلی نے ''سیرت النبی'' کے مقدمے میں سیرت نگاری کے جن اصولوں پر کتاب لکھنے کا اظہار کیا ہے وہ خود ان اصولوں پر عمل نہیں کر پائے ہیں،مولانا نے دیگر سیرت نگاروں کے برعکس سیرت نگاری میں محدثانہ طرزِ اسلوب کی پیروی کرنے پر زور دیا ہے اور صحیح حدیث نہ ملنے کی صورت میں روایات سیرت سے استفادے کا اصول وضع کیا ہے۔مولانا خود لکھتے ہیں:

> احادیث صحیحہ کے سامنے سیرت کی روایتیں نظر انداز کردی ہیں۔جو واقعات بخاری ومسلم وغیرہ میں مذکور ہیں،ان کے مقابلے میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔(۵۱)

اگر چہ مولانا نے متعدد مقامات پر اس اصول پر عمل کرتے ہوئے احادیث صحیحہ کو روایات سیرت پر ترجیح دی ہے۔مثلاً سفر ہجرت کے موقع پر قیام قبا کی مدت (۵۲) شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ (۵۳) غزوہ ذی قرد کی تاریخ (۵۴) مرحب کے قتل (۵۵) سمیت متعدد مقامات پر شبلی نے سیرت کی روایت پر حدیث کی روایت کو ترجیح دی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ متعدد مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اس اصول سے صرف نظر کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر ایمان ابو طالب،(۵۶) غزوہ بنی المصطلق ،(۵۷) حضرت جویریہ کا واقعہ،(۵۸) ریحانہ کا واقعہ (۵۹) قتل کعب بن اشرف (۶۰) سعد بن معاذ کا واقعہ (۶۱) پیداوار خیبر کی تقسیم (۶۲) قتل کنانہ بن الحقیق (۶۳) غزوہ موتہ (۶۴) غزوہ حنین (۶۵) سمیت متعدد مقامات پر انہوں نے اپنے اس اصول کی پیروی نہیں کی اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں روایات سیرت پر اعتماد کیا ہے۔

شبلی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا،بل کہ اپنے اصول کے برخلاف روایات صحیحہ پر بعض اوقات شدید تنقید بھی کی ہے۔(۶۶)

راویان سیرت کے حوالے سے مولانا نے جو کڑے اصول متعین کیے ہیں وہ خود اس کا التزام نہیں کر پائے ہیں۔مثال کے طور پر وہ واقدی کی شدید تنقیص کرتے ہیں اور ان کی روایات سیرت کو قطعی اہمیت نہیں دیتے،مگر اس کے برعکس واقدی کے شاگرد ابن سعد کی روایات پر نہ صرف اعتماد کرتے ہیں بل کہ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔مولانا لکھتے ہیں:

> واقدی خود تو قابلِ ذکر نہیں لیکن ان کے تلامذہ خاص میں سے ابن سعد نے آں حضرت ﷺ اور صحابہ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ

ہوسکا۔(٦٧)

ایک طرف تو شبلی واقدی کو نا قابل اعتماد اور ان کے شاگرد ابن سعد پر اعتماد کرتے ہیں تو دوسری طرف سیرت النبی میں ایک بڑی تعداد ان روایات کی بھی شامل کرلی ہے، جو ابن سعد نے بہ راہِ راست واقدی سے روایت کی ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔

الف: مولانا نے مطعم بن عدی کے جوار کا واقعہ ابن سعد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے(٦٨) لیکن ابن سعد نے یہ روایت واقدی سے لی ہے۔(٦٩)

ب: مولانا نے قریش کی جانب سے رسول ﷺ کی ایذاء رسانیوں کا ذکر ابن سعد کے حوالے سے کیا ہے(٧٠) مگر ابن سعد کا ماخذ واقدی ہے۔(٧١)

ج: ازدواج مطہرات کے مکانات کی سمت کے حوالہ سے مولانا نے ابن سعد کی روایت لی ہے۔(٧٢) مگر یہ روایت بھی ابن سعد نے واقدی سے لی ہے۔(٧٣)

د: مولانا نے نبی کریم ﷺ کے قبائل عرب کے دورے کے سلسلے میں ابن سعد کی روایت لی ہے۔(٧٤) مگر ابن سعد کا ماخذ اس روایت میں واقدی ہے۔(٧٥)

بہ ہر حال روایت کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو ابن سعد نے بہ راہ راست واقدی سے اخذ کی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر کئی راویان سیرت جن پر شبلی نے بداعتمادی ظاہر کی ہے ان کی روایات سے بھی اکتساب کیا ہے۔ حتیٰ کے کئی مجہول رواۃ کی راویات بھی لی گئی ہیں۔

۲۔ غیر مستند مآخذ ومصادر

مولانا شبلی کی تحریر کردہ سیرت النبی میں جو روایات ذکر کی گئی ہیں، ان کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف: وہ روایات جن کا ماخذ احادیث ہیں۔

ب: وہ روایات جن کا ماخذ سیرت وتاریخ کی کتب ہیں۔

ج: وہ روایات جو بغیر حوالے کے نقل کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر انور محمود خالد نے سیرۃ النبی کے مآخذ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سیرۃ النبی کی تالیف میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے، اگر ان سب کے حوالے جمع کئے جائیں تو بہ ذات خود ایک چھوٹی سی کتاب بن سکتی ہے...... اگر پوری کتاب کے مآخذ پر نظر ڈالی جائے تو کتب حوالہ کا ایک سمندر آنکھوں کے سامنے

ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔(۷۶)

لیکن ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے ان کے اس قول کی تردید کی ہے۔انہوں نے ایک گوشوارہ مرتب کیا ہے جس میں سیرۃ النبی کے تمام حوالہ جات کی بڑی جامع تفصیل دی ہے۔ان کے بہ قول سیرۃ النبی کے بنیادی مآخذ نو کتابیں ہیں،جن کے حوالے سب سے زیادہ ہیں۔(۷۷)

ان نو کتب میں سیرۃ النبی کے حوالہ جات کا تناسب درج ذیل ہے۔

۱۔صحیح بخاری	۲۷۰ حوالہ جات
۲۔ابوداود	۱۲۵ حوالہ جات
۳۔طبقات ابن سعد	۱۱۴ حوالہ جات
۴۔تاریخ طبری	۸۷ حوالہ جات
۵۔صحیح مسلم	۸۲ حوالہ جات
۶۔سیرت ابن ہشام	۶۵ حوالہ جات
۷۔زرقانی	۵۸ حوالہ جات
۸۔مسند احمد بن حنبل	۵۰ حوالہ جات
۹۔الاصابۃ	۴۲ حوالہ جات

سیرت النبی میں حدیث کے مجموعی طور پر ۶۱۴ اور کتب سیرت و تاریخ کے مجموعی طور پر ۴۲۸ حوالہ جات مذکور ہیں۔اس تمام تر تفصیل سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

> اس کتاب میں مذکور وہ روایات و واقعات جنہیں کسی حوالے کے بغیر داخل کتاب کر لیا گیا ہے اور جو بالعموم کتب سیرت ہی سے ماخوذ ہیں،اگر ان کے اعداد و شمار کو بھی کتب سیرت و تاریخ کے حوالوں میں شامل کر لیا جائے تو سیرۃ النبی میں مذکور کم مستند یا غیر مستند روایات کا تناسب پچاس فیصد تک پہنچ جائے گا۔(۷۸)

حوالہ جات اور مآخذ و مصادر کے اس تناسب کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبی کے حوالے سے اس حوالے سے بھی سو فیصد استناد کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ تضادات و تناقض: سیرت النبی کے مطالعے کے دوران متعدد مقامات پر تضادات کا احساس بھی ہوتا ہے۔

الف: بعض اوقات شبلی اپنی کہی ہوئی بات سے [illegible] جاتے ہیں۔اس کی مثال مراسیل

صحابہ کی حجیت اور عدم حجیت کا مسئلہ ہے۔(۷۹)

ب: بعض اوقات وہ روایات صحیحہ اور روایات سیرت میں جمع وتطبیق کرتے ہیں، مگر اکثر جگہ اس کے بالکل برعکس کرتے ہیں۔(۸۰)

ج: بعض اوقات روایات کا کچھ حصہ ان کے نزدیک معتبر ہوتا ہے اور بعض حصہ غیر معتبر ہوتا ہے، مثال کے طور پر عبداللہ بن خطل کے سبب قتل والی روایت۔(۸۱)

د: خطبات واشعار کے ذیل میں بھی مولانا اسی تضاد کا شکار ہیں۔ کہیں ان پر تنقید کرتے ہیں اور کہیں آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ابو طالب سے منسوب قصیدہ لامیہ کو مولانا نے سرتاپا موضوع قرار دیا ہے۔(۸۲) تاہم سید سلیمان ندوی نے حاشیئے میں اس کے کچھ اشعار کا بخاری و مسلم میں ہونا ثابت کیا ہے۔

۴۔تفردات و جمہور کے مسلک کی مخالفت: سیرۃ النبی میں مولانا شبلی نے بعض مسائل میں جمہور سے ہٹ کر مؤقف اختیار کیا ہے۔ اگر مولانا کے اختیار کردہ مؤقف میں طاقت وتوازن ہوتا تو بڑی اچھی بات تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے اختیار کردہ مؤقف میں ضعف اور کم زوری پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ''قربانی کی حقیقت'' کے عنوان کے ذیل میں مولانا نے یہ جملہ لکھا ہے:

> حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خواب دکھایا گیا تھا، اس سے مراد یہ تھی کہ بیٹے کو کعبے کی خدمت کے لیے نذر چڑھا دیں۔(۸۳)

مولانا کا مؤقف نہ صرف جمہور کے خلاف ہے بل کہ اس میں ضعف وکم زوری بھی پائی جاتی ہے۔

اسی طرح غزوہ بدر کے حوالے سے جمہور محدثین اور اہلِ سیر اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ قریش کے قافلۂ تجارت سے تعرض کے لئے نکلے تھے۔ مگر مولانا کا موقف یہ ہے کہ قافلہ تجارت شام میں تھا اور ابوسفیان نے وہاں سے قریش کو حملے کی اطلاع دی تھی۔ چناں چہ مولانا نے خود لکھا ہے:

> اس فیصلے میں عام مورخین اور اربابِ سیر میرے حریف مقابل ہیں۔(۸۴)

شبلی کے اس تفرد پر مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۸۸۶ء۔۱۹۴۹ء) اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۸۹۸ء۔۱۹۸۲ء) نے کڑی تنقید کی ہے۔(۸۵) ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے بھی اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

> غزوہ بدر کے سلسلے میں مولانا کے موقف کی کم زوری اور ان کے ضعف استدلال کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ واقعات کی تعبیر کے سلسلے میں انہوں نے صریح وصحیح روایات سے مکمل طور پر

صرفِ نظر کر لیا ہے اور محض قیاس کی بنیاد پر واقعے کی ایک شکل فرض کر لی ہے۔(۸۶)

اسی طرح حضرت ماریہ قبطیہ کے حوالے سے مولانا کا مؤقف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا اور وہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔(۸۷) حال آں کہ یہ مؤقف جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔

۵۔نامناسب الفاظ کا استعمال: مولانا نے متعدد مقامات پر ائمۂ سیرت وحدیث کے لئے نامناسب الفاظ کا استعمال کیا ہے جو ان کی علمیت اور ادبیت کے شایانِ شان نہیں۔مثال کے طور پر حافظ ابن حجر عسقلانی کو"روایت پرست" لکھا گیا ہے۔(۸۸) واقدی کو"مشہور کذاب اور دروغ گو" لکھا گیا ہے۔(۸۹) اسی طرح بعض دیگر ائمہ کو بھی نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔

۶۔معذرت خواہانہ ومدافعانہ انداز: اگر چہ سیرۃ النبی کی تالیف کا بڑا مقصد مستشرقین کے اعتراضات کا ردوابطال تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا مستشرقین کے جوابات میں مدافعانہ اور معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر گئے ہیں۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے اس حوالے سے بجا لکھا ہے:

> سب سے پہلے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اپنے بار بار کے دعوے کے باوجود بہت سے مقامات پر شبلی کی رائے معذرت خواہانہ اور مدافعانہ ہے۔شبلی نے مورخین یورپ کے اعتراضات سے دب کر آں حضرت ﷺ کے غزوات کے سلسلے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی معذرت کا لہجہ اختیار کیا ہے۔(۹۰)

اس حوالے سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کا تجزیہ یہ ہے:

> ان کے بہت سے بیانات اصلیت سے دور جا پڑے ہیں۔انہوں نے جابجا مسلمات سے اختلاف وانحراف بھی کیا ہے۔بہت سی جگہ ان پر تاویل وتوجیہہ اور معذرت کا انداز بھی غالب آگیا ہے اور ان سب کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ وہ عہد جس میں یہ کتاب لکھی گئی یورپین اقوام کی سیاسی وتہذیبی بالادستی کا تھا۔(۹۱)

چناں چہ مولانا کے معذرت خواہانہ اور مدافعانہ رویے کی مثالیں"قربانی کی حقیقت"(۹۲)"تعدد ازواج"(۹۳)"کنیزوں سے تمتع"(۹۴)"جنگی پیش قدمی"(۹۵)"تجارتی قافلوں کو لوٹنا"(۹۶)"غزوات"(۹۷) وغیرہ جیسے مسائل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

خلاصہ کلام

بہ ہر حال مولانا شبلی کی سیرت نگاری کے اس سرسری مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جہاں سیرت النبی اپنی خصوصیات کی بنا پر اہلِ علم حضرات کی توجہ کا مرکز رہی ہے وہیں اس پر نقد و جرح بھی اہل علم کا موضوع رہا ہے۔شبلی کے انتقال کے ۴ سال بعد جب ''سیرۃ النبی'' کی پہلی جلد شائع ہوئی تو اس پر سب سے پہلے خود ان کے شاگردِ رشید سید سلیمان ندوی نے نقد و جرح کیا۔ بہت سے عنوانات کا اضافہ کیا، متعدد مقامات پر حواشی میں شبلی کے تسامحات پر اشارہ کیا، اصل مآخذ سے دوبارہ رجوع کیا۔ چناں چہ سید سلیمان ندوی نے شبلی سے سب سے زیادہ اختلاف کیا ہے، شبلی کی سیرۃ النبی پر تنقید کے حوالے سے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے ایک مضمون تحریر کیا ہے جس کا عنوان ہے ''شبلی کی سیرت النبی کا مطالعہ: نقد سلیمانی کی روشنی میں'' (۹۸) اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے انتہائی محنت سے وہ تمام روایات اور مقامات جن میں ان دونوں کے اختلافات پائے جاتے ہیں واضح کردیے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر سید عبداللہ نے ''فن سیرت نگاری'' (۹۹) ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے ''مولانا شبلی بہ حیثیت سیرت نگار'' (۱۰۰) عبدالحمید نے ''شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی میں موجود اسقام و اغلاط'' (۱۰۱) اور یونس میو نے ''سیرۃ النبی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' (۱۰۲) میں ان پر نقد کیا ہے۔ نیز پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر نے ''مطالعہ شبلی'' (۱۰۳) میں شبلی کی سیرۃ النبی پر ہونے والے کام کی فہرست مرتب کردی ہے، جو لائق مطالعہ ہے۔

تاہم اس حوالے سے یہ بات واضح رہے کہ شبلی نے جن حالات اور مشکلات میں اس کام کو شروع کیا تھا اگر ناقدین کی نظر ان حالات پر ہوتی تو اس طرح کی تنقید نہ کی جاتی جس سے ان کی شخصیت بھی متاثر ہوئی ہے۔شبلی ''سیرۃ النبی'' کو اپنے لئے سرمایہ آخرت سمجھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے لکھا ہے:

عجم کی مدح کی ، عباسیوں کی داستان لکھی
مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

ہمارے ادبی حلقوں میں یہ روایت شروع سے رہی ہے کہ شخصیات کے حوالے سے ضرورت سے زیادہ توقعات وابستہ کرلی جاتی ہیں۔ شبلی کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ قوم کے سب سے بڑے ادیب سے بہت سی توقعات وابستہ کرلی گئی تھیں۔ اس پر مستزاد شبلی کے سیرۃ النبی کے حوالے سے وہ بلند بانگ دعوے بھی تھے جنھوں نے لوگوں میں تجسس و تحسس کے جذبات پیدا کردیے تھے۔ شبلی نے اگرچہ اپنی بساط کے مطابق ان توقعات کو پورا کرنے کی کوشش کی مگر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ شبلی معصوم عن الخطا نہیں تھے،

۔اس لئے ان کے تسامحات کے حوالہ سے جن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ ان کی شخصیت اور ادبیت کو داغ دار کیا جائے تو یہ ایک لایعنی اور بے فائدہ کوشش ہے۔البتہ بہتری کی گنجائش ہمیشہ سے ہر چیز میں رہی ہے اور یہ انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔نیز سید سلیمان ندوی کی تحقیق نے سیرۃ النبی میں اغلاط کا تناسب بہت حد تک کم کر دیا ہے۔

میں اس بحث کو ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کے اس بیان پر ختم کروں گا:

> کم از کم اردو اور عربی میں تقریباً ستر سال گذر جانے کے باوجود اس سے بہتر سیرت نبوی پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی وہ اپنی تحقیق و تدقیق، ترتیب و تبوب، بحث و تمحیص، تنقید و تنقیح، زبان و بیان و اسلوب و اداء اور ان (سب) سے بڑھ کر تاریخی معیار سے ابھی تک ''اولین سیرت نبوی'' ہے اور غالباً مدت تک اس پر کوئی اہم اضافہ نہیں کیا جا سکے گا۔(۱۰۴)

حوالہ جات

۱۔ایس، ایم اکرام۔یادگار شبلی۔ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۴ء: ص ۲۷

۲۔ایضاً: ص ۳۱

۳۔ندوی، سید سلیمان۔یادرفتگاں۔مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۳ء: ص ۲۹

۴ خان عبید اللہ خان (مرتب)۔مقالات یوم شبلی۔اردو مرکز، لاہور، ۱۹۶۱ء: ص ۲۲۶

۵۔انور محمود خالد، ڈاکٹر۔اردو نثر میں سیرت نگاری۔اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۹ء: ص ۵۴۳

۶۔شبلی نعمانی، علامہ۔مکاتیب شبلی۔نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۹ء: ج ا، ص ۲۳۸

۷۔اردو نثر میں سیرت نگاری: ص ۵۴۴

۸۔مقالات یوم شبلی: ص ۲۲۸

۹۔مکاتیب شبلی: ج ۲، ص ۵۳

۱۰۔ندوی، سید سلیمان۔حیات شبلی۔دار المصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء: ص ۶۳۶

۱۱۔ایضاً: ص ۷۲۳ تا ۷۲۵

۱۲۔سید عبد اللہ، ڈاکٹر۔فن سیرت نگاری، فکر و نظر (اسلام آباد)، اپریل ۱۹۷۶ء: ص ۱۲

۱۳۔ایضاً: ص ۱۱

۱۴۔شبلی نعمانی، علامہ۔سیرۃ النبی۔الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۱ء: ج ۱، ص ۴۷
۱۵۔ایضاً
۱۶۔ایضاً: ص ۶۴
۱۷۔ایضاً
۱۸۔ایضاً
۱۹۔ایضاً: ص ۶۵
۲۰۔ایضاً
۲۱۔ایضاً: ص ۵۰ تا ۵۱
۲۲۔اردو نثر میں سیرت نگاری: ص ۵۹۵
۲۳۔ایضاً
۲۴۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۱۴
۲۵۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۲۲
۲۶۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۷۲
۲۷۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۹۷
۲۸۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۷۰
۲۹۔صدیقی، ظفر احمد، ڈاکٹر۔مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار۔دارالنوادر، لاہور، ۲۰۰۵ء: ص ۳۷
۳۰۔سیرۃ النبی۔ج ۱، ص ۱۳۷
۳۱۔سیرۃ النبی۔ج ۱، ص ۱۹۵
۳۲۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۴۱
۳۳۔مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۴۳
۳۴۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۷۸
۳۵۔اردو نثر میں سیرت نگاری: ص ۵۸۸
۳۶۔سید عبداللہ، ڈاکٹر۔فن سیرت نگاری، فکر و نظر (اسلام آباد)، اپریل ۱۹۷۶ء: ص ۱۲
۳۷۔اردو نثر میں سیرت نگاری: ص ۵۸۸ تا ۵۸۹
۳۸۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۷۸
۳۹۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۸۶
۴۰۔سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۸۹
۴۱۔مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۴۵

۴۲۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۳
۴۳۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر۔ فن سیرت نگاری، فکر ونظر (اسلام آباد)، اپریل ۱۹۷۶ء: ص ۱۱
۴۴۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۶۹ تا ۷۱
۴۵۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۷۱
۴۶۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۷۳
۴۷۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۷۲
۴۸۔ مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۴۷
۴۹۔ ایضاً ص ۴۹
۵۰۔ اردو نثر میں سیرت نگاری: ص ۵۸۳
۵۱۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۷۴
۵۲۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۷۳
۵۳۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۴۰
۵۴۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۸۷
۵۵۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۹۲
۵۶۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۵۷
۵۷۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۴۹
۵۸۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۵۱
۵۹۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۶۳
۶۰۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۴۴
۶۱۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۵۹
۶۲۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۹۳
۶۳۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۹۷
۶۴۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۰۲
۶۵۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۱۷
۶۶۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۳۳
۶۷۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۳
۶۸۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۱۵۹
۶۹۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ دار الفکر، بیروت: ج ۱، ص ۲۱۳

۷۰۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۱۶۱
۷۱۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ا،ص ۲۰۰
۷۲۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۱۷۶
۷۳۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ا،ص ۱۶۳
۷۴۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۱۶۰
۷۵۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ا،ص ۲۱۶
۷۶۔ اردو نثر میں سیرت نگاری: ص ۵۷۲
۷۷۔ مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۶۷
۷۸۔ ایضاً
۷۹۔ ایضاً: ص ۱۶۳
۸۰۔ ایضاً: ص ۱۶۴
۸۱۔ ایضاً: ص ۱۶۹
۸۲۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۱۲۹
۸۳۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۱۰۰
۸۴۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۲۱۰
۸۵۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے تفسیر عثمانی،ص ۲۲۹ اور مولانا ادریس کاندھلوی نے سیرت المصطفیٰ۔ ج ا، ص ۶۳۴ میں نقد کیا ہے
۸۶۔ مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۱۹۹
۸۷۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۲۸۳
۸۸۔ مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۲۳۲
۸۹۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۲۶۶
۹۰۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر۔ فن سیرت نگاری، فکر ونظر (اسلام آباد)، اپریل ۱۹۷۶ء: ص ۱۳
۹۱۔ مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۲۳۷
۹۲۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۱۰۰
۹۳۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۳
۹۴۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۲۸۳
۹۵۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۳۵۰
۹۶۔ سیرۃ النبی: ج ا،ص ۲۱۰

۹۷۔ سیرۃ النبی: ج ا، ص ۳۴۱
۹۸۔ صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر۔ شبلی کی سیرت النبی کا مطالعہ۔ نقد سلیمانی کی روشنی میں، تحقیقات اسلامی (علی گڑھ)، ۱۹۸۴ء: ج ۳، ش ۲
۹۹۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر۔ فن سیرت نگاری، فکر و نظر (اسلام آباد)، اپریل ۱۹۷۶ء
۱۰۰۔ صدیقی، ظفر احمد، ڈاکٹر۔ مولانا شبلی نعمانی بہ حیثیت سیرت نگار، دار النوادر، لاہور، ۲۰۰۵ء
۱۰۱۔ عبد الحمید، شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی میں موجود اسقام و اغلاط۔ ماہنامہ نگار (لکھنو)، ۱۹۳۴ء
۱۰۲۔ یونس میو۔ سیرۃ النبی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ۔ ماہنامہ القاسم (نوشہرہ)، مئی ۲۰۰۵ء
۱۰۳۔ سفیر اختر، ڈاکٹر۔ شش ماہی نقطہ نظر (اسلام آباد)، شمارہ ۲۹، اکتوبر۔ مارچ ۲۰۱۱ء
۱۰۴۔ شبلی کی سیرت النبی کا مطالعہ۔ نقد سلیمانی کی روشنی میں: ص ۵۷

ans_kashmiry@yahoo.com

اسوۂ حسنہ کے ۱۸ مختلف پہلوؤں پر ایک جامع مجموعہ مضامین
عصر مسائل کے حوالے سے ایک قیمتی مطالعہ

پیغام سیرت

سید فضل الرحمٰن

دو جلدوں میں مکمل سیٹ کل قیمت: ۵۴۰ روپے

رجسٹرڈ ڈاک خرچ سمیت صرف ۳۷۰ روپے منی آرڈر سے ارسال کر کے مکمل سیٹ گھر بیٹھے حاصل کریں۔

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز